۳۴

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک رؤیا کی تشریح۔

نیا آسمان اور نئی زمین بنانے کا مطلب

(فرمودہ ۸- دسمبر ۱۹۳۳ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رؤیا کا ذکر فرمایا ہے جو آپ نے اپنی الہامی زندگی کے ابتدائی ایام میں دیکھا تھا۔ وہ رؤیا اغیار کے نزدیک ہمیشہ محلّ اعتراض بنا رہا ہے۔ لیکن ہمارے لئے یہ سوچنے کی بات ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کو غرض کیا تھی کہ وہ ایسا رؤیا دکھاتا جس پر اعتراض پڑتا۔ اور جس سے کوئی فائدہ مقصود نہ ہوتا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جب کسی بات کو استعارہ یا تشبیہ کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس سے خاص فائدہ مدنظر ہوتا ہے۔ بیشک استعارات و تشبیہات بعض دفعہ فتنہ کا موجب بھی ہوجاتی ہیں۔ مگر ان کا استعمال اس وقت جائز ہے جب نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ ہو۔ حضرت مسیح ناصری نے جب خداتعالیٰ کے متعلق یہ کہا کہ وہ "تمہارا باپ" ہے تو اس استعارہ اور تشبیہ نے بہت نقصان پہنچایا۔ کروڑہا انسان غلطی سے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا تصوّر کرنے لگے اور کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے ایمان کی خرابی اس استعارہ کے استعمال سے ہی پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو کسی بڑے فائدہ کیلئے ہی روا رکھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق واقعات کی ذمہ داری مسیحیوں پر ہی ہے۔ ہمارے لئے قابلِ حل وہ دقتیں ہیں جو احمدیت کے متعلق ہیں اور ان میں سے ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ رؤیا ہے کہ مجھے پیدائش عالم کی قدرت دی

گئی ہے۔ میں نے دیکھا کہ مجھ میں خدائی قدرتیں آگئیں اور میں نے ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین بنائی۔

مخالفین اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے شرک کے کلمات کہے اور اپنی ذات کی طرف خدائی طاقتیں منسوب کی ہیں۔ لیکن جو شخص سر تا پا توحید میں ڈوبا ہوا ہو اور پکار پکار کر کہہ رہا ہو ۔

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اس کے متعلق ایک منٹ کیلئے بھی یہ خیال کرنا کہ کوئی مشرکانہ کلمہ اس کے منہ سے نکل سکتا ہے سوائے کسی بیوقوف کے اور کسی کا کام نہیں۔ لہٰذا ہمارے سامنے شرک کا تو سوال ہی نہیں سوچنا یہ ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ رؤیا کیوں دکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رؤیا کے وہ معنے نہیں کئے جو اغیار سمجھے یا جو مفہوم عام طور پر آپ کی جماعت میں سمجھا جاتا ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس رؤیا کی حقیقت پر غور کرے۔ میرا خیال ہے اس رؤیا کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو اپنے فرائض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ روزانہ عام لوگ مرتے ہیں لیکن کوئی خاص تغیر نہیں ہوتا۔ دنیا کی جو حالت پہلے ہوتی ہے وہی موت کے بعد رہتی ہے۔ کبھی مسلمانوں نے توحید کی خاطر جانیں دیں۔ ہر قسم کی قربانیاں کیں۔ اسلام کو پھیلایا۔ اور اس طرح دنیا میں ایک نمایاں تغیر پیدا ہوگیا۔ اب مسلمان قبروں کو سجدے کرتے اور مُردوں سے مرادیں مانگتے ہیں' شرک میں مبتلاء ہیں۔ اب بھی وہی لَآ اِلٰہَ ہے لیکن اب وہ کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے اس کا مفہوم نہیں جانتے ان کا مسلمان ہونا برائے نام ہے۔ غیر مسلم تو ایک حد تک معذور ہیں کیونکہ ان کا میلان ہی شرک کی طرف ہے۔ لیکن وہ مسلمان جو دن میں پانچ دفعہ اقرار عبودیت کرے' نماز اور اذان میں توحید کی شہادت دے' اس کی مشرکانہ حرکات بہت زیادہ قابلِ مواخذہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود سے پہلے بھی دنیا کی وہی حالت ہوچکی تھی جو رسول کریم ﷺ سے پہلے تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائیں تا باہر سے آنے والا آدمی یہ سمجھے کہ یہ آسمان اور یہ زمین بالکل نئی

ہے جب کسی جگہ مکانات بن جاتے ہیں تو اس کا نقشہ بدل جاتا ہے- اسی طرح آسمان اور زمین بھی بدل کر نئے معلوم ہونے لگتے ہیں- بہت سے الہامات کو پورا کرنا نبی کی جماعت کے ذمہ ہوتا ہے- نبی جماعت کیلئے مصالحہ فراہم کرکے خود چلا جاتا ہے- اس مصالحہ سے کام لینا جماعت کا فرض ہوتا ہے- اگر یہ رؤیا یوں ہوتا کہ ہم جماعت کو نیک اور صالح بنادیں گے تو دل پر کبھی اتنا اثر نہ ہوتا- لیکن نیا آسمان اور نئی زمین بنانے کے الفاظ دل کو ہلادیتے ہیں- ان میں ایک آئیڈیل (IDEAL) قائم کردیا گیا ہے- جس پر چلنا ہماری جماعت کا فرض ہے- رسول کریم ﷺ کے زمانہ اور موجودہ وقت کو دیکھئے ظاہری اقرار کے لحاظ سے ہی دونوں زمانوں میں بڑا فرق نظر آتا ہے- رسول کریم ﷺ نے جب توحید کی تعلیم پیش کی تو کفار اسے بیوقوفی کی بات خیال کرتے تھے- چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ کفار مکہ کہتے تھے اس نے تو بہت سے معبودوں کو کوٹ کر ایک بنادیا ہے گویا سب کو قیمہ کرکے ایک بت بنادیا تھا- وہ قومیں جو اس وقت نہایت مضحکہ خیز اور مجنونانہ حرکتیں کرتی تھیں' آج ظاہرہ طور پر اب ان سے انکاری ہیں- ہندو کہتے ہیں ہم بت پرست نہیں- بت کو سامنے رکھ کر خدا کا تصور کرتے ہیں- عیسائی کہتے ہیں خدا کا ظہور بیٹے اور روح القدس کی صورت میں ہوا درحقیقت خدا ایک ہی ہے- یہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ صحیح وحدانیت عیسائیت میں ہی ہے- کبھی وہ وقت تھا کہ اقوامِ عالم کے نزدیک توحید ایک ناقابلِ تسلیم مسئلہ تھا- لیکن آج اسے اتنا فروغ حاصل ہوچکا ہے کہ اسے معمولی بات سمجھا جاتا ہے- اور ہر قوم مدعی ہے کہ ہم نے ہی دراصل توحید کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے- پھر تمدن میں اس ظاہری اقرار کو دیکھئے حضور سرور کائنات سے پہلے عورتوں کو کہیں مساوی حقوق حاصل نہیں تھے- اور اگر عورت کو کچھ حقوق حاصل تھے بھی تو وہ نہایت مضحکہ خیز تھے جیسے مرد و عورت کی پوجا- وہ مذاہب جن میں یہ باتیں ابھی رائج ہیں وہ اپنے عقائد کو چھپاتے ہیں- دوسری قومیں جنہوں نے عورتوں کے حقوق رسول کریم ﷺ سے سیکھے وہ کہہ رہی ہیں کہ یہ تو ہمارے عقائد میں داخل تھے- میں نے عیسائی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اسلام میں عورت کی روح تسلیم نہیں کی گئی- صرف انجیل ہی ایسی کتاب ہے جس میں عورت کی روح کو تسلیم کیا گیا ہے- حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں خود مسیح ناصری کی والدہ حضرت مریم کی عزت قائم کی گئی ہے- ظاہری اقرار کے اعتبار سے عورتوں کا آج اور پہلے کا نقشہ دیکھ لو- پہلے مرد عورت کو ستاتا تھا' مارتا تھا' پیٹتا تھا اور سمجھتا تھا کہ اس

کی مارپیٹ جائز ہے- آج بھی بدستور سابق مرد عورت کو ستاتا اور پیٹتا ہے- یورپ میں بھی ایسا ہوتا ہے- لیکن اب مرد کہتا یہ ہے کہ عورت کو ستانا اور پیٹنا جائز نہیں- عمل وہی ہے لیکن ظاہری اقرار یکسر بدل گیا ہے- اسلام نے ایسا تغیر پیدا کیا کہ غیروں میں بھی اس تغیر کا ظہور ہو کر رہا- صوفیاء لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کثرت سے پڑھا کرتے ہیں- اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا ہو گئی- مگر اس الہام کا یہ مطلب نہیں کہ صرف رسول کریم ﷺ نے ہی نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کی بلکہ اوروں سے بھی ایسا ہی ہوا- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی نیا آسمان اور نئی زمین بنائی-

افلاک سے مراد وہ افلاک ہیں جو رسول کریم ﷺ کے بعد پیدا ہوئے تھے- پہلے افلاک کا محور نفسِ ناطقہ تھا- مقصود رسول کریم ﷺ کی ذات تھی- لیکن اب آئندہ پیدا ہونے والے افلاک کا محور آپ کی ذات ہے یعنی آئندہ تغیرات کیلئے آپ محور ہیں- اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رؤیا دیکھا کہ آپ نے نیا آسمان اور نئی زمین بنائی ہے یعنی دنیا میں تغیر پیدا کردیا ہے- اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کردیں؟ کیا ہمارے نفسوں میں اتنا تغیر پیدا ہو گیا ہے کہ لوگ کہہ اُٹھیں کہ یہ تو بالکل بدل گئے- انہوں نے نیا آسمان اور نئی زمین بنا ڈالی ہے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو قسم کے نشانات ہیں- ایک تو وہ جن کو پورا کرنا خدا کا کام ہے- دوسرے وہ جن کے پورا ہونے میں ہمارا بھی دخل ہے- ان کے متعلق ہمیں پوری پوری کوشش سے کام لینا چاہیئے- کئی علوم ایسے ہوتے ہیں جن کو نبی ہی سمجھ سکتا ہے- اگر ایسا نہ ہو تو نبی کی ضرورت ہی کیوں ہو- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تیرہ سَو سال بعد کئی ایسی باتیں بتائیں جو پہلے موجود تو تھیں مگر مسلمانوں کو ان کا علم نہیں تھا- مثلاً آپ نے بتایا کہ تمام مذاہب کی بنیاد صداقت پر ہے- وہ پیشوا جن کے لاکھوں اور کروڑوں پیرو ہوں اور ایک طویل عرصہ وہ پیرو ان سے ہدایت حاصل کرتے رہے ہیں ان کے پاس ضرور صداقت تھی- یہ علیحدہ بات ہے کہ بعد میں ان کی اصل تعلیم میں تحریف ہو گئی لیکن اس میں کسی کو کلام نہیں کہ اس کی بنیاد صداقت پر تھی- رام' کرشن' زرتشت' بدھ تمام اپنے اپنے زمانہ میں صداقت کے حامل تھے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بڑے بڑے بزرگ بھی دوسری قوموں کے بزرگوں کو اگر بُرا نہیں سمجھتے تھے تو انہیں مشتبہ نگاہوں سے ضرور دیکھتے تھے دوسری قوموں میں سے جو لوگ

اپنے بزرگوں کو صحیح رنگ میں مانتے ہیں دوسروں کی نسبت ان کی حالت بہتر ہے۔ ان کی تعلیم پر اگر عمل کیا جائے تو دنیا پُرامن بن جائے اور ایک نمایاں تبدیلی نظر آئے۔ ایسی تعلیم کب جھوٹی ہوسکتی ہے۔ اس کے برعکس ان کی تعلیم سے اگر بدی پیدا ہو تو ہم کہیں گے کہ وہ شیطان کی تعلیم ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کی تعلیم شیطان کے خلاف تھی۔ وہ شیطان سے بچنے کی تلقین کرتے اور تجاویز بتاتے تھے۔ اگر وہ شیطانی تعلیم کے حامل ہوتے تو شیطان کی مخالفت نہ کرتے۔ کون ایسا بیوقوف ہے جو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے؟ ان کے حملے شیطان پر ہوتے تھے۔ بھلا شیطان کب شیطان پر حملہ آور ہوسکتا ہے۔ یہ نکتہ قرآن میں موجود تھا۔ مگر کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کرشن ہونے کا دعویٰ کیا تو مسلمانوں نے آپ پر کفر کے فتوے لگانے شروع کردیئے مگر آج تمام مسلمان مانتے ہیں کہ تمام مذاہب کی بنیاد صداقت پر ہے۔

چوبیس سال کے بعد آج تعلیم یافتہ مسلمانوں کا طبقہ دیگر مذاہب والے دوستوں سے کہتا ہے کہ دیکھو ہمارا مذہب کتنا اچھا ہے کہ آپ کے بزرگوں کو بھی بزرگ کہتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری کے متعلق عقیدہ تھا کہ وہ آسمان پر ہیں۔ اس عقیدہ کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر اس کی تردید کی۔ یہ صداقت اتنی مقبول ہوئی کہ اب لوگ اس کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ تو تھا ہی نہیں۔ سو ظاہری اقرار کے لحاظ سے نیا آسمان اور نئی زمین بن چکی ہے۔ لیکن عملاً بھی تو نیا آسمان اور نئی زمین بنانی چاہیئے۔ آسمان کی پیدائش میں خدا کا ہاتھ ہے لیکن زمین ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ صرف آسمان کا اچھا ہونا ہمارے لئے کافی نہیں زمین کا اچھا ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک مسلمان سَو دینار کا ایک گھوڑا لایا۔ ایک اور مسلمان وہی گھوڑا اس نئے مالک سے خریدنے کیلئے آیا۔ گھوڑا اچھا تھا خریدار نے کہا میں اس گھوڑے کی قیمت دو سَو دینار پیش کرتا ہوں مالک نے کہا میرے گھوڑے کی قیمت سَو دینار ہے میں دو سَو دینار کیسے لے سکتا ہوں۔ یہ کتنا بڑا تغیر تھا جو رسول کریم ﷺ نے کیا کہ آپ سے پہلے جو زمین تھی آپ نے اس کو بدل دیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلی زمین کو بدلنے کیلئے تشریف لائے مگر اس مادی زمین کو بدلنے کیلئے نہیں بلکہ اعمال کی ایک نئی زمین پیدا کرنا مقصود تھا۔ خداتعالیٰ نے چاہا کہ وہ ہمارے اعمال کو حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے ذریعہ پھر نیک اور ہمارے ہاتھوں سے زمین کو درست کرائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں مصالحہ دے گئے ہیں۔ اس کو استعمال میں لانا ہمارا کام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم واقعی یہ کام کررہے ہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص معاملہ کا نہایت صاف ہے اور اس میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نیا ہوں کیونکہ مجھ میں اور دوسروں میں فرق ہے۔ یہ نشان نئی زمین ہونے کا ثبوت ہوگا۔ ہزارہا افراد ہیں جن میں ایسا تغیر پیدا ہوا ہے۔

پنجاب کا ایک مشہور سرغنہ ڈاکو جسے ڈاکو حصہ دینے آیا کرتے تھے اس کے متعلق مجھے دوستوں نے بتایا کہ وہ کہتا ہے میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا بلکہ میں خود نشان ہوں۔ حضرت مرزا صاحب نے مجھے بدل دیا ہے اور میرے لئے نئی زمین پیدا کردی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے مومن کے دل کو زمین قرار دیا ہے۔ اگر ہمارا نفس بدل جائے تو اس رؤیا پر اعتراض کرنے والوں سے ہم کہہ سکتے ہیں دیکھو ہمارا آسمان اور ہماری زمین بدل گئی ہے۔ کیونکہ ہم خود بدل گئے ہیں۔ اسی طرح محلے والوں سے کہا جاسکتا ہے دیکھو ہم میں سے کون بدلا ہے تم یا ہم۔ اس طرح ہر احمدی اپنے ساتھ ایک نیا آسمان اور نئی زمین لئے پھرے تو جہاں کوئی اعتراض کرے فوراً پیش کردے۔ اعتراض کرنے والا لاجواب ہوجائے گا۔ کیونکہ اعتراض کی اسی وقت تک گنجائش ہے جب تک کہ ہماری جماعت اس کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ رؤیا میں استعارہ اور تشبیہ سے کام لیا گیا ہے اس سے جو فائدہ حاصل ہوا ہے اس کے مقابلہ میں اعتراض کی کچھ وقعت نہیں چونکہ نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے پرواہ نہ کی کہ مخالفین اعتراض کریں گے۔ اس طرح سے ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔

(الفضل ۲۱ - دسمبر ۱۹۳۳ء)